۱۸

جب کہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں — دن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت رن میں
اور تڑپنے لگا وہ سروِ قامت رن میں — صاف ظاہر ہوئے آثارِ قیامت رن میں
چرخ ہلتا تھا، زمیں خوف سے تھراتی تھی
نالۂ فاطمۂ زہراؑ کی صدا آتی تھی

شور تھا فاطمۂ کا راحتِ جاں قتل ہوا — ۲ — ہائے پانی نہ ملا، تشنہ دہاں قتل ہوا
حق کے سجدے میں، امامِ دوجہاں قتل ہوا — قبلۂ دین، شرفِ کون و مکاں قتل ہوا
ظلمِ اعدا سے ہوا، یثرب و بطحا خالی
ہو گئی پنجتنِ پاک سے دنیا خالی

تشنہ و بےکس و مظلوم و مسافر ہے ہے — ۲ — بوند پانی کی نہ پائی دمِ آخر ہے ہے
تابعِ مرضیٔ حق صابر و شاکر ہے ہے — روضۂ احمدِ مرسل کے مجاور ہے ہے
سر لیے جاتے ہیں نیزے کے چڑھانے کے لیے
کوئی آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے

بی بیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی تھیں کھولے ہوئے سر — ۴ — ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر
کہتی تھی پیٹ کے سر زینبؑ تفتیدہ جگر — سبطِ احمدؐ تری مظلومی کے صدقے خواہر
تم نے پردیس میں منھ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت میں سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی

گھر میں زہراؑ کے تو ماتم تھا ستمگاروں میں عید — ۵ — روزِ عاشور کو سمجھے تھے لعیں روزِ سعید
غل تھا سجدے میں ہوا فاطمۂ کا لال شہید — آلِ احمدؐ پہ ظفریاب ہوئی فوجِ یزید
قتل فرزند ہوا، غالبِ ہر غالب کا
کٹ گیا باغ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا

اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر — ۶ — کہ خبرداروں نے ناگاہ یہ دی آ کے خبر
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زہراؑ کا پسر — فاطمۂ روتی رہی کاٹ لیا شمر نے سر
خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلاتی تھیں
بیٹیاں فاطمۂ کی رن میں چلی آتی تھیں

کہہ کے یہ کرسیٔ زریں سے اٹھا وہ بےدیں — ۷ — شکر ہے قتل ہوا بادشہ عرش نشیں
آیا خوش ہوتا ہوا سامنے یوں شمرِ لعیں — سر تھا اک ہاتھ میں، ایک ہاتھ میں تھا خنجرِ کیں
کہتا تھا سیدِ لولاک کا گھر خاک ہوا
لے عمر! خاتمۂ پنجتنِ پاک ہوا

تیرا اقبال تھا یاور کہ مہم ہو گئی سر — ۸ — اس کا یہ سر ہے جو تھا فاتحِ خیبر کا پسر
خنجرِ ظلم سے کاٹا ہے محمدؐ کا جگر — آج گُل ہو گئی شمعِ لحدِ پیغمبر
نالۂ شیرِ الٰہی کی، صدا آیا کی
میرا خنجر نہ رکا فاطمۂ چلایا کی

اس نے دیکھا جو سرِ پاک امامِ خوش خو — ۹ — چاہتا تھا کہ ہنسے پر نکل آئے آنسو
بولا یہ شمر سے وہ آلِ پیمبرؐ کا عدو — کس طرح قتل کیا مجھ سے مفصل کہہ تو
تیغ جب حلق پہ رکھی تھی، تو کیا کرتے تھے
اس نے رو کر کہا اُمت کی دعا کرتے تھے

جب میں نزدیک گیا کھینچے ہوئے خنجرِ کیں — ۱۰ — قبلہ رُو بیٹھے تھے، بےہوش شہ عرش نشیں
ہاتھ تھے خاک پہ اور سجدۂ خالق پہ جبیں — آستیں میں نے جو اُلٹی تو لرزتی تھی زمیں
عرش تھراتا تھا جب فاطمہؑ چلاتی تھی
الاماں کی مرے خنجر سے صدا آتی تھی

زانو اس سینۂ بےکینہ پہ رکھنے لگا جب — ۱۱ — شور تھا چار طرف ہائے غضب ہائے غضب
تھامے ہاتھوں سے جگر کہتے تھے سلطانِ عرب — میرا سینہ ہے یہ اس سینے کا لازم ہے ادب
تجھ کو اللہ نہ بخشے گا یہ کیا کرتا ہے
سرِ شبیرؑ کو خنجر سے جدا کرتا ہے

گردنِ سبطِ پیمبرؐ پہ جو رکھا خنجر ۱۲ شہِ بےکس نے عجب یاس سے کی مجھ پہ نظر
پھر گئی آنکھوں تلے گردشِ چشمِ حیدرؑ روکے فرمایا کہ زینبؑ تو نہیں ڈیوڑھی پر
اوٹ کچھ کرلے کہ وہ جی سے گذر جائے گی
ذبح ہوتے مجھے دیکھے گی تو مرجائے گی

ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا ۱۳ زینبؑ آ پہونچی تھی شبیرؑ تلک ننگے پا
سر برہنہ تھے نبیؐ، پیٹتے تھے شیرِ خدا رکھے دیتی تھی گلا، تیغ کے نیچے زہراؑ
جب علیؑ ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شہِ بےکس سے لپٹ جاتی تھی

ماں کے احوال پہ روتا تھا علیؑ کا جانی ۱۴ ہونٹھ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
مجھ سے منھ پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی سبطِ احمدؐ کی کوئی بات نہ میں نے مانی
زیرِ شمشیر گلوئے شہِ خوش خو دیکھا
آسماں ہل گئے جب چھاتی پہ زانو دیکھا

ضربِ اول میں شہِ دیں نے کہا بسم اللہ ۱۵ دوسری بار پکارے، مدد اے یا جداہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدائے جاں کاہ بخش دے حشر میں، یارب مرے شیعوں کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرتِ شبیرؑ کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

شمرِ ظالم سے خوشی ہوکے لگا کہنے عمر ۱۶ شکر ہے شکر کہ جلدی یہ مہم ہوگئی سر
حکم دے فوج کو کوئی ابھی نہ کھولے کمر جلد غارت کریں ابنِ اسد اللہ کا گھر
دن بہت کم ہے بس اب فکرِ زر و مال کریں
لٹ چکے خیمے تو پھر لاشوں کو پامال کریں

شمر چلایا یہ سنتے ہی کہ اے لشکرِ شام ۱۷ غارتِ خیمہ کا ہے حکم، چلے فوج تمام
دیر کا وقت نہیں اب کہیں ہوجائے نہ شام جس کے جو ہاتھ لگے لوٹ لے اسباب تمام
پاس ناموسِ نبیؐ کے زر و زیور نہ رہے
ہاں سرِ زینبؑ و کلثومؑ پہ چادر نہ رہے

بحکمِ لعیں کے چلے خیموں پہ اعدا کے پرے ۱۸ شور تھا رحم نہ ہرگز کوئی ماندوں پہ کرے
کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے نہ خدا سے نہ علیؑ سے نہ پیمبرؐ سے ڈرے
آلِ احمدؐ پہ عجب طرح کی آفت آئی
فوج کیا آئی کہ خیمے میں قیامت آئی

مضطرب پھرتی تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۱۹ ماؤں کی گودیوں میں چھپتے تھے ڈر سے اطفال
خوف کے مارے سکینہؑ کا عجب تھا احوال ماں سے لپٹی ہوئی چلاتی تھی وہ نیک خصال
جاں بلب ہوں مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی
رن سے جلدی مرے بابا کو بلا لائے کوئی

ارے لوگو مرے بھیا علی اکبرؑ ہیں کہاں؟ ۲۰ کس سے پوچھوں میں پھوپھی جان کے دلبر ہیں کہاں؟
لوٹی جاتی ہے دلہن قاسمِ بے پر ہیں کہاں؟ اُن کے قرباں میں عباسؑ دلاور ہیں کہاں؟
ظلم تو لشکرِ اعدا ہے دکھاتا مجھ کو
کوئی اس وقت بچانے نہیں آتا مجھ کو

یہ تلاطم تھا کہ خیمے میں دُھنسے غارت گر ۲۱ اور لٹنے لگا ناموسِ نبیؐ کا زیور
دخترِ فاطمہؑ کے سر پہ نہ چھوڑی چادر شور تھا جلد بتاؤ کہ خزانہ ہے کدھر؟
گاڑ رکھی ہے کہاں سبطِ نبیؐ کی دولت
کیا ہوئی احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کی دولت

بیبیاں کہتی تھیں بکھرائے ہوئے چہروں پہ بال ۲۲ گھر نبیؐ کا ہے یہ بے جا ہے یہاں زر کا خیال
کرتا تھا فاقے پہ فاقے، اسد اللہ کا لال نہ دفینہ ہے، نہ دولت ہے، نہ زیور ہے، نہ مال
اب حسینؑ ابنِ علیؑ سے ہے زمانہ خالی
ہوگیا آج محمدؐ کا خزانہ خالی

غش میں بستر پہ جو سجادؑ پڑے تھے تنہا ۲۳ ننگے سر دوڑی گئی بالی سکینہؑ اس جا
ننھے سے ہاتھوں سے بازو کو ہلا کر یہ کہا پھوپھی اماں کی ردا چھن گئی اٹھو بھیا
شمرؔ نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا
ستم ایجادوں نے اک شب کی دلہن کو لوٹا

اٹھو صدقے گئی دیکھو کہ یہ کیسا ہے ستم ۲۴ برچھیاں تانے ہوئے گھر میں کھڑے ہیں ظالم
چونک کر غش سے پکارے یہ امامِ عالم ہائے شاید سرِ شبیر ہوا تن سے قلم
رہ گئے ہم اسد اللہ کا پیارا نہ رہا
ہے غضب خلق میں سرتاج ہمارا نہ رہا

ہاتھ چہرے پہ دھرے کہتی تھی یہ زینبِ زار ۲۵ کوئی دنیا میں نہیں ہووے گی مجھ سی نادار
لٹ گئی آن کے اس بن میں علی کی سرکار اب تو محتاج ہوں چادر کو بھی میں سینہ فگار
شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے احسان کیے
پاس دو لال تھے وہ بھائی پہ قربان کیے

کہتے تھے یہ کہ لعینوں کا ہوا گرد ہجوم ۲۶ قتل اس کو بھی کرو تھی یہی جلادوں میں دھوم
برچھیاں تان کے سب بولے کہ اٹھ او مغموم باپ مارا گیا شاید نہیں تجھ کو معلوم
باندھ مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پنہانے کے لیے

آگیا غیظ میں یہ سن کے علی کا دلدار ۲۷ کانپتے ہاتھوں سے بستر سے اٹھائی تلوار
شمرِ اظلم سے یہ فرمایا کہ او نابہنجار سب تیری فوج کو کافی ہوں میں گو ہوں بیمار
او لعیں صاحبِ شمشیر کا پوتا ہوں میں
قید ہونے کا نہیں شیر کا پوتا ہوں میں

اس کا بیٹا ہوں میں دو لاکھ سے کی جس نے جدال ۲۸ قید کر لیوے مجھے کیا ترے لشکر کی مجال
پاٹ دوں نعشوں سے اک دم میں یہ میدانِ قتال غضب آجاتا ہے جس دم ہمیں آتا ہے جلال
ہم وہ ہیں جن سے رسولوں نے مدد چاہی ہے
دستِ بیمار میں بھی زور یداللہی ہے

بیچ میں آگئیں سب بیبیاں کھولے ہوئے سر ۲۹ بانو چلائی کہ ہے ہے مرے بیمار پسر
کہا زینب نے پھوپھی صدقے ہوا اے نورِ نظر کچھ تمھیں یاد ہے کیا کہہ گئے تھے تم سے پدر
جنگ کا قصد نہ اے سید سجاد کرو
شہِ بے کس کی وصیت کو ذرا یاد کرو

لے کے بھائی کی بلائیں یہ پکاری کبریٰ ۳۰ وقتِ رخصت تمھیں کچھ لکھ کے ہے بابا نے دیا؟
خط وصیت کا ہے تم اس کو تو پڑھ لو بھیا لے کے اس نامے کو سجاد نے آنکھوں پہ رکھا
بولے دیکھوں خطِ شبیر میں کیا لکھا ہے؟
اور بیمار کی تقدیر میں کیا لکھا ہے

خط جو کھولا تو یہ لکھا تھا پس از حمد و ثنا ۳۱ مرے عابد تری مظلومی کے صدقے بابا
ہم تو اب جاتے ہیں اپنے لال کٹانے کو گلا سب کو سونپا تمھیں اور تم کو خدا کو سونپا
تابعِ مرضیِ حق اپنے مرے عابد رہنا
باپ کی بے کسی و یاس کے شاہد رہنا

لوٹنے آئے مرے بعد جو فوجِ دشمن ۳۲ منہ سے نکلے نہ بجز شکرِ خدا کوئی سخن
طوق لادیں تو خوشی ہو کے جھکانا گردن کیجو امت کی دعا باندھیں جو ہاتھوں میں رسن
گھر کے لٹنے کا نہ اے لال تاسف کرنا
میری مسند بھی جلادیں تو نہ تم اُف کرنا

رکھیو امت پہ نبی کی نظرِ لطف و کرم ۳۳ کھینچیو تیغ نہ جھنجلا کے، مرے سر کی قسم
ہم کو سب طرح کی قدرت تھی، پہ مارا نہیں دم اے مری جان ڈگے راہِ رضا سے نہ قدم
مر کے بھی تم سے نہ غافل یہ پدر ہووے گا
شام تک ساتھ تمھارے مرا سر ہووے گا

پڑھ چکا باپ کی تحریر کو جب وہ بیمار ۳۴ اشک آنکھوں سے بہے، ہاتھ سے رکھ دی تلوار
دیکھ کر لشکرِ کفار کو یہ کی گفتار طوق و زنجیر کو لے آؤ، نہیں اب انکار
ہاتھ باندھو یہ گرفتارِ بلا حاضر ہے
پاؤں سوجے ہوئے حاضر ہیں گلا حاضر ہے

سن کے بیمار کی تقریر بڑھے اہلِ جفا ۳۵ پھنس گیا طوق میں وہ چاند سا پرنور گلا
ہوئی زنجیر کے نالوں سے قیامت برپا جب بندھے ہاتھ تو فرمایا کہ یا عقدہ کشا
میں تو صابر ہوں، پہ حضرت یہ ستم دیکھتے ہیں
آئی آواز یداللہ کہ ہم دیکھتے ہیں

٣٦ اتنے میں جلنے لگا خیمۂ سلطانِ امم
بچے لے لے کے نکلنے لگے ڈیوڑھی سے حرم
دوڑا معصوم سکینہؑ کی طرف اک اظلم
دونوں کانوں سے گہر چھین لیے وائے ستم
خوں میں کرتے کو بھرا دیکھ کے تھراتی تھی
ہاتھ کانوں پہ دھرے باپ کو چلاتی تھی

٣٧ گود میں لے کے اسے رونے لگی بانوئے زار
غل ہوا اہلِ حرم جلد ہوں اونٹوں پہ سوار
اونٹ بٹھلائے تو چلائی یہ زینبؑ اک بار
کس طرف ہو علی اکبرؑ یہ پھوپھی تم پہ نثار
گرد اونٹوں کے قنات آ کے لگا دو بیٹا
ہاتھ پکڑو مجھے محمل میں بٹھا دو بیٹا

٣٨ اونٹ آئے ہیں سواری کو یہ اے نورِ نظر
نہ کجاوہ ہے نہ ہودج، نہ عماری جن پر
دیر سے بھائی کو چلاتی ہوں میں خستہ جگر
اپنی ماں جائی کی لیتے نہیں اس وقت خبر
سر پہ چادر نہیں ہے شان ہماری دیکھو
آج ناموسِ پیمبرؐ کی سواری دیکھو

٣٩ یہ جو زینبؑ نے کہا رونے لگے خورد و کلاں
اور اونٹوں کی بھی آنکھوں سے ہوئے اشک رواں
بس انیسؔ جگر افگار نہیں تابِ بیاں
عرض کر حق سے بصد عجز کہ ربِّ دو جہاں
توبہ کرتا ہوں گناہوں سے پشیماں ہوں میں
عفو کر جرم کہ آلودۂ عصیاں ہوں میں